کانگریسی علما کی سیاسی کروٹیں

مرتبہ

اسرار الحق صدیقی [illegible]

شائع کردہ

شعبۂ نشر و اشاعت آل انڈیا مسلم لیگ

مسلم لیگ پرنٹنگ پریس دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جنابِ والا۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ علماءِ کرام
کی ذاتِ گرامی نے نہ صرف ہندوستان کے مسلمانوں کو راہِ مستقیم
دکھائی بلکہ دنیا بھر کے مسلمانوں کے سامنے شمعِ ہدایت روشن فرمائی
ایمان کی روشنی سے اُن کے سینے منور کئے۔ شرک و کفر سے نجات دلائی، حلال
و حرام کی تمیز سکھائی۔ آپ کی خدمات، آپ کے ایثار و مصائب بھی کسی طرح
نظرانداز نہیں کئے جاسکتے۔ درحقیقت آپ نائبِ رسول، خادمِ کعبہ، پار
مذہب کہلانے کے بجا طور پر مستحق ہیں، آپ کی عزت کرنا ہر مسلمان کا فرض منہ
ہے۔ آپ کی تعظیم و تکریم کرنا جزوِ مذہبی ہے۔ کیوں نہ ہو علم و فضیلت میں در
معلومات کے سمندر، سیاست اور مصلحت تو گویا، آپ کی زرخرید لونڈی اد
ہے۔

خود ہی خیال فرمائیے کہ اس ترقی کے زمانہ میں جب کہ کفر و شرک کا دور دورہ ہے۔ مذہب اب بھی آپ ہی کا محتاج ہے۔ جس کو چاہیں آپ پہاڑ کی اس چوٹی پر آن کی آن میں سیر کرا دیں۔ جہاں بشر کی رسائی دشوار۔ جس کو چاہیں، سمندر جیسے عمیق جگہ پہنچا دیں۔ مختصر یہ کہ ذرا سے اشارے میں پہاڑ اور دریا ہلا دیں۔ دنیا میں ہلچل مچا دیں۔ آگ کو پانی اور پانی میں آگ لگا دیں۔

حضورِ والا۔ نہایت ادب کے ساتھ نہ صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جنابِ والا کا وہ خطبۂ صدارت جو جناب نے جمعیۃ العلماء ہند کے سالانہ اجلاس سہارن پور میں ارشاد فرمایا تھا نظر سے گذرا۔ ایک ایک لفظ پڑھا اور تعجب و حیرت کی انتہا نہ رہی کہ حقائق و واقعات کو کس قابلیت اور کس زعم سے نہ صرف پسِ پشت ڈالا ہے بلکہ حرفِ غلط کی طرح نیست و نابود کرنے کی کوشش فرمائی گئی۔

اس خطبۂ صدارت میں اول ہندو مسلم اتحاد۔ دوسرے جمعیۃ العلماء کی کارگذاری۔ تیسرے جمعیۃ العلماء پر اتہام، چوتھے ہندو مسلم اختلاف کی نوعیت اور پانچویں جمعیۃ العلماء کیا سکھاتی ہے۔ کے موضوعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ تو میں جرأت نہیں کر سکتا کہ جناب کے خطبۂ صدارت کے خلاف ایک لفظ بھی تحریر کر سکوں۔ کیونکہ مجھے مسلمان رہنا ہے۔ کافر و مرتد بننے کا شوق نہیں۔ جنت سے بیدخل ہونے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ البتہ کچھ واقعات ضرور گوش گذار

کرنا چاہتا ہوں تاکہ غلط اور صحیح کا اندازہ ہو سکے اور اسلامی دنیا غلطی کا شکار نہ بنے۔ اس لیے موضوع وار عرض کرتا ہوں ۔ جناب نے ہندو مسلم اتحاد پر فرمایا کہ :-

مسلمان اور ہندو دونوں غلامی کی زنجیروں کو توڑنا ضروری سمجھتے ہیں اور کھیتی باڑی ، رہن اور بیع ، تفریحی مشاغل ، تھیٹر اور سینما غرض زندگی کے ہر شعبے میں مسلمان ہندوؤں کے ساتھ شامل ہونا اور ان کے ساتھ اشتراکِ عمل جائز سمجھتے ہیں۔ لیکن ہندوستان کی آزادی اور ملکی جد و جہد میں اُن کی شمولیت کو حرام قرار دیا جاتا ہے ۔

اس کے جواب میں بلا خوفِ تردید جناب سے عرض کروں گا کہ حرام اور حلال کی تمیز تو صرف جمعیۃ العلماء نے باقی ہی نہ رکھی اس لئے کہ جمعیۃ العلماء سنہ ۱۹۱۸ء میں عالمِ وجود میں آئی۔ اس سے قبل مسلمانوں کو ہندوؤں سے اور کانگریس سے علیحدہ رہنے کا حکم دیا اور خدا کے غضب سے ڈرایا۔ سنہ ۱۹۱۹ء لغایت سنہ ۱۹۲۱ء ہندوؤں اور کانگریس کی شرکت مصلحت کی بنا پر اس قدر جائز قرار دی گئی کہ گائے کی قربانی تک ناجائز قرار دی گئی ۔ کلام پاک اور گیتا دونوں کو برابر تسلیم فرما کر ایک ڈول میں جلوس نکالا گیا۔ مسلمانوں نے ہولی میں رنگ رلیاں منائیں۔ تلک اور قشقہ لگائے ۔ جن علماء نے حکومت برطانیہ کو اولوالامر منکم قرار دیکر ترکوں سے بھی لڑائی جائز قرار دی تھی اب ترکِ موالات کا فتوے

اس شان سے صادر فرمایا کہ موالاتی کے نکاح تک فسخ قرار دیدیئے گئے۔ چند روز بعد موالات میں دوبارہ اس حد تک جواز آیا کہ سنہ ۱۹۲۰ء میں جمعیۃ العلماء ہند کا اجلاس پشاور گورنمنٹ سرکٹ ہاؤس میں ہوا اور علماء سرکاری مہمان بنے۔ اسی طرح سنہ ۱۹۲۱ء میں باوجود مسٹر سی آر داس اور پنڈت موتی لال نہرو صاحبان کی خوشامد اور کوشش کے جمعیۃ العلماء کے داخلۂ کونسل باوجود حلفِ وفاداری اُٹھانے کے بھی حرام قرار دیا۔ لیکن سنہ ۳۷ء میں جوں ہی کانگریسی وزارت قایم ہوئی اس حلفِ وفاداری کے (میں ایمان داری سے اقرار کرتا ہوں کہ میں شہنشاہ معظم اُس کے ورثا، اور ان کی اولاد در اولاد کا حقیقی وفادار رہوں گا اور اپنے فرائض کو بہترین قابلیت اور علم کے ساتھ انجام دوں گا) داخلۂ کونسل نہ صرف عین شرع شریف کے مطابق جائز قرار دیا بلکہ نواب چھتاری و نواب جمشید علی صاحبان کی ممبری اور حافظ ابراہیم صاحب کی کی وزارت کے لیے سر توڑ کوشش ہونے لگی اور مسلم لیگ کے ساتھ سمجھوتہ میں بھی حافظ ابراہیم صاحب کی وزارت کا استحکام مقدم قرار دیا۔

فروری سنہ ۱۹۲۳ء میں جمعیۃ العلماء ہند کی مجلس منتظمہ نے کانگریس سے دوسری بار ناراض ہو کر شعبۂ تبلیغ و حفاظتِ اسلام کا افتتاح کیا اور ڈاکٹر کچلو نے نہ صرف کانگریس سے ناراض ہو کر بلکہ خلافت کی صدارت سے بھی استعفٰے دیکر تنظیم المسلمین قایم کرلی۔ چنانچہ پنجاب، آگرہ، اودھ

میں ۲۵ شعبے قائم ہوئے ۱۲۱ کارکن مقرر ہوئے اور دو ماہ میں [illegible]
روپے سے زائد تبلیغ فنڈ میں چندہ بھی جمع ہو گیا۔ لیکن دیہات میں جانے
اور مصائب برداشت کرنے کے لئے کارکن ہی تلاش ہوتے رہے۔ روپیہ
بھی ہضم ہوا اور تبلیغ کا بھی خاتمہ بالخیر ہوا۔

۱۹۲۶ء تک ہندوؤں اور کانگریس کو ظالم، غاصب، بے ایمان،
غرض سب ہی کچھ کہا اور لعنت ڈالی۔ ایک طرف نہرو رپورٹ، شاردا بل
کتاب "راجپال"، ہندو مسلم بلووں کے خلاف ہندوؤں کے رویّہ اور تعصب
پر غیظ و غضب ہوتا رہا۔ دوسری طرف مسلم لیگ سے ہمدردی، "قائد اعظم"
کے چودہ نکات کی تائید ہوتی رہی۔ اب ۱۹۲۹ء میں مولانا شوکت علی صاحب
مرحوم صدر خلافت سے ناراض ہو کر ایک نئی جماعت احرار ہند قائم کی
اور علماء کرام اس طرف رجوع ہوئے۔ ۱۹۳۰ء میں پھر قلابازی لی اور
۶ مئی ۱۹۳۰ء کو بمقام امروہہ اس فاسق فاجر سفاک جماعت سے تیسری
بار اتحاد ہو گیا۔ تین سال کورنش کی۔ مثل مشہور ہے کہ صبح کا بھولا
شام کو آ جائے تو بھولا نہ سمجھو، چنانچہ جمعیۃ العلماء بھی چار سال بعد اب چوتھی
روش بدل کر ۱۹۳۳ء میں پھر کانگریس سے متنفر ہوئی اور مسلمانوں کی
واحد نمائندہ جماعت میں آ کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرما دیا۔ ۱۹۳۶ء تک
جناب سے لے سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری تک نے مسلم لیگ میں جان توڑ

کام کیا اور کانگریس کی کم ظرفی کے تار و پود کھول کر رکھ دیئے، ان کے غرور، تکبر، تعصب کا تعارف کرنا شروع کر دیا۔

لیکن جوں ہی کانگریس برسرِ اقتدار آئی اور وزارت کی کرسی پر براجمان ہوئی۔ آپ نے بی ڈنڈوت ہے مہاراج فرمایا اور ردا اوڑھا پڑھا گئے۔ اس دفعہ مسلم ماس کنٹیکٹ قائم کی۔ نیشنلسٹ کے صدر بنے۔ آزاد کانفرنس کی مسلم مجلس کی طرف رخ کیا۔ غرض کوئی گھر اور کوئی در ایسا باقی نہیں رہا جو جناب یا جمعیتہ نے نہ جھانکا ہو۔ ہزاروں ثبوت میں سے چند واقعات جناب کو یاد دلانا چاہتا ہوں تاکہ مغالطہ کی گنجائش باقی نہ رہ جائے۔ جناب کو یاد ہو گا کہ جناب نے ستمبر ۱۹۲۸ء کو مولانا شوکت علی صاحب مرحوم کے نام ایک خط روانہ فرمایا تھا، جس میں ہندو اکثریت کی ذہنیت کی شکایت بھی فرمائی تھی۔ خط ملاحظہ ہو۔

"واقعہ یہ ہے کہ آزادیِ کامل ہمارا مذہبی اور سیاسی و وطنی نصب العین ہے اور ہر حیثیت سے ہم کو اس کی سعی کرنی چاہیئے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ ہم اپنے مذہب کو بھی ضروری سمجھتے ہیں بلکہ آزادی کو بھی مذہب اور قوم کی وجہ سے ڈھونڈھتے ہیں۔ اگر خدانخواستہ مذہب برباد ہو گیا اور مسلمان فنا ہو جائیں تو ایسی آزادی سے کیا فائدہ .... افسوس ہندوستانی اکثریت نہایت سنگدل ہے اور پھر ہم سے بدرجہا منظم اور ترقی یافتہ

تعصب اس میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ پھر اقلیتیں، بالخصوص مسلم اقلیتیں ان سے کس طرح مطمئن ہو سکتی ہیں"

شاید جناب کو یہ بھی یاد ہو گا کہ گورکھپور میں الیکشن کے موقع پر مسٹر ظہیر حسین لاری صاحب ممبر آل انڈیا مسلم لیگ کی حمایت میں آپنے فرمایا تھا کہ جو مسلمان مسلم لیگ کے خلاف ہے وہ دشمن اسلام ہے اس کا دونوں جہان میں ٹھکانا نہیں۔

غالباً یہ بھی نہ بھولے ہوں کہ جس وقت ۲۶ راپریل ۱۹۳۶ء کو مسلم لیگ کا جلسہ دہلی میں زیر صدارت قائدِ اعظم ہوا تھا اُسوقت جنابنے و مولانا احمد سعید صاحب۔ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نے شریک جلسہ ہو کر پارلیمنٹری بورڈ کی ممبری منظور فرمائی تھی۔ اس سے قبل جمعیۃ العلماء کے سالانہ اجلاس دہلی میں آپ نے قائدِ اعظم کو مدعو کیا تھا اور قائدِ اعظم کی خداداد قابلیت اور ذہانت کی تعریفیں فرمائی تھیں۔

بحیثیت ممبر پارلیمنٹری بورڈ جنابنے ایک اپیل بھی مسلمانانِ صوبہ کے نام شائع فرمائی تھی۔ کہ:۔

"مسلمانوں کے درد کی دوا صرف وہ امیدوار ہیں جو مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ کے نامزد کردہ ہیں اور جو اسی بورڈ کی نگرانی میں کام کریں گے جو مسلمان بطور خود انفرادی حیثیت سے اسمبلی میں جانے کی سعی

کرتے ہیں، اُن کی کون ذمہ داری لے سکتا ہے کہ وہ کیا کریں گے۔ اور وہ تنہا کرہی کیا سکتے ہیں۔ جو مسلمان کسی دوسری مشترک جماعت یعنی کانگریس کی طرف جارہے ہیں اُن کے اعمال کی ذمہ دار اور نگران وہ جماعت ضرور ہوگی جس نے ان کو نامزد کیا ہے مگر خود وہ جماعت (کانگریس) ہی مسلمانوں کے مذہبی اور تمدنی حقوق کی محافظ نہیں تو اس کے نامزد کردہ امیدوار کیا ہونگے۔ لہذا مسلمان کی رائے کے مستحق صرف وہی امیدوار ہیں جن کو مسلم لیگ پارلیمنٹری بورڈ نے نامزد کیا ہے۔

یہ بھی واقعہ ہے کہ مسلم لیگ کے امیدوار مسٹر طاہر حسین صاحب وکیل میرٹھ کے خلاف خانصاحب رشید احمد صاحب نے مولانا اشرف علی صاحب مرحوم و مغفور سے ایک فتوے (جناب کے گورکھپور اور میرٹھ والے فتوے کے خلاف جس میں جناب نے غیر مسلم لیگی کو خارج از اسلام فرمایا تھا) حاصل کر کے شائع فرمایا کہ :-

جو شخص کانگریس کی موافقت میں ممبری کا ساعی ہے وہ مسلمانوں کا خیر خواہ نہیں۔ اس لیئے اسکی موافقت اور سعی کرنے کے لیئے میں اہل اسلام کے واسطے مضر سمجھتا ہوں اور اس کے مقابلے میں محض لیگ پارلیمنٹری بورڈ کے نمائندہ ہونے کی وجہ سے کسی کو ووٹ دینے کو گناہ نہیں سمجھتا۔

چنانچہ جس وقت خان صاحب نے مولانا صاحب کا یہ فتوے

یہ فتوے شائع فرمایا تو اس کے جواب میں جناب نے بھی اسکی تردید فرمائی کہ
"افسوس کہ اپنی خود غرضی اور الیکشن میں کامیابی کے لیئے خان صاحب
موصوف نے مولانا مدظلہ العالی جیسے گوشہ نشین بزرگ کو دھوکہ دیکر غلط فتوے
حاصل کیا ہے اور تمام مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے۔ میں تمام مسلمانانِ ضلع میرٹھ
سے پُر زور اپیل کرتا ہوں کہ وہ اس فتوے سے دھوکہ نہ کھائیں اور وہ مسلم لیگ
کے ملّی فسٹو اور لائحہ عمل کو غور سے پڑھیں اور دیکھیں کہ آیا کوئی بھی چیز ایسی
ہے جس کا سائل نے ذکر کیا ہو (گویا اشتراک کانگریس) یا جس کو مولانا مدظلہ
العالی مدار فتوے قرار دے رہے ہیں۔

میں آخر میں پھر مسلمانانِ ضلع میرٹھ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کی
جماعیت اور تنظیم میں ٹھیس نہ لگائیں اور مسلم لیگ کے وقار کو دوبالا کرنے
میں پوری طرح حصّہ لیں۔ مسلمانوں کے ملکی، ملّی اور مذہبی حقوق کے تحفظ کی
صرف اسی صورت میں کامیابی ہو سکتی ہے جس کی طرف مسلم لیگ نے قدم
اُٹھایا ہے۔ اس لیئے صرف مسٹر طاہر حسین صاحب کو ووٹ دیں ورنہ وہ
دونوں جہان میں ذمہ دار ہونگے۔

ننگ اسلاف۔ حسین احمد غفرلہٗ

غالباً یہ بھی بے جا نہ ہو گا کہ ان واقعات کے علاوہ جناب کی توجہ
مولانا آزاد صاحب، مولوی احمد سعید صاحب، مولانا مظہر علی اظہر۔ سید عطاء اللہ شاہ

صاحب وغیرہ وغیرہ کی طرف مبذول کراتے ہوئے جناب کو ان کے خیالات وغیرہ سے بھی آگاہ کرا دوں اور جناب کا یہ دعوے کہ جمعیت نے ہمیشہ اتفاق واتحاد کو اپنا نصب العین قرار دیا ہے یا نجات کا راستہ دکھایا ہے باطل ہو گیا۔ کیا جناب نے ان لوگوں کی وہ تقاریر اور وہ مضامین ملاحظہ نہیں فرمائے جو اتحاد و یگانگت اور نجات کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔ مثلاً آزاد صاحب نے نوشتہ مضامین آزاد کے حصہ سوم میں صفحہ ۳۸ پر تحریر فرمایا ہے کہ۔

خبردار کفار کے عہد و پیمان کا تمہیں بارہا تجربہ ہو چکا ہے۔ یہ آبرو باختہ ہیں، عزت نفس کا انھیں لحاظ تک نہیں۔ یہ قسمیں کھاتے ہیں حلف اُٹھاتے ہیں۔ ان کے وعدے استوار نہیں۔ زبان سے کچھ کہتے ہیں مگر ہاتھ سے کام لیتے وقت کچھ یاد نہیں رکھتے۔ ایسے لوگوں کے مطیع رہنا ذلت کی بات ہے۔ یہ ذلیل النفس ہیں ان کے حلف پر نہ جانا۔ یہ اِدھر کی بات اُدھر لگاتے ہیں۔ قوم میں تفرقہ پیدا کرتے ہیں۔ تعدی انکا شیوہ ہے۔ تطاول ان کی عادت ہے۔ کفار سے ساز باز نہ رکھنا چاہئے۔ ان سے بے تعلقی لازم ہے جو ساز باز رکھتے ہیں دغاباز ہیں مولانا محمد علی مرحوم جن کو ان سے بے تعلق رہنے میں اپنے اور اپنی قوم کے لئے مشکلات اور مصائب کا اندازہ نہیں ہے۔ وہ غلطی پر ہیں ان کو پشیمان ہونا پڑے گا اسلام کو فتح ہوگی اور مسلمانوں کی بہبودی و بہتری کا قدرت کاملہ کوئی او

اور انتظام کر دے گی۔ جو مسلمان احکامِ اسلامی کی جگہ کسی دوسری تعلیم کو تلاش کریگا تو یقین جانو اس کی تلاش کبھی قبول نہ ہوگی اور اُس کے تمام کاموں کا نتیجہ ناکامی و نامرادی ہوگا۔

دوسری نصیحت بھی ملاحظہ ہو جو آزاد صاحب نے فرمائی ہے کہ:۔
"یقین کرو جو مسلمان جماعت سے ایک بالشت بھی باہر ہوا تو اس نے اسلام کا حلقہ اپنی گردن سے نکال دیا اور جس نے اسلام کی جماعتی زندگی کی جگہ جاہلیت کی بے قیدی کی طرف بلایا تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ حضور ایسا شخص بھی جہنمی ہے جو روزے رکھتا ہو، نماز پڑھتا ہو۔ فرمایا کہ ہاں۔ اگرچہ نماز پڑھتا ہو روزے رکھتا ہو اور بہ زعم خویش اپنے آپ کو مسلمان ہی کیوں نہ سمجھتا ہو۔ پہلی چیز جماعت ہے۔ جماعت۔"

لیکن اب جناب آزاد صاحب انھیں کفار کو نجات کا ذریعہ قرار دیتے ہیں اور گاندھی جس کو ملحد فرماتے تھے۔ اب مجاہد فی سبیل اللہ کے لقب سے یاد فرماتے ہیں۔ اگر یہ لوگ اندرون خانہ مولانا کے دستِ مبارک پر مشرف بہ اسلام ہو گئے ہوں تو دم مارنے کی گنجائش نہیں۔ ورنہ خدا معلوم اب کونسی تبدیلی ہو گئی ہے۔ غیب کا حال خدا کو معلوم، یا جناب مولانا کو۔

مولانا مولوی احمد سعید صاحب نے گویا اپنی جان کو غم ہی لگا لیا اور سوکھ کر بالکل ہی کانٹا ہو گئے، تبلیغ میں عمر گذاری مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے

ہمیشہ رونا ہی رویا- ہمدردی میں تباہ ہو گئے اور حویلیاں بنالیں- ہمیشہ اپنی تحریروں اور تقریروں میں ہندوؤں کو دوزخی کا پیٹ، بے ایمان کی قبر کہا کہیں موذی اور ظالم بتایا- کبھی بے رحم اور سفاک کے الفاظ سے یاد کیا- ڈنڈی مارنے کی شکایت کی اور پورا نہ تولنے کا شکوہ- اسی طرح سوراجیہ کو ہندوؤں کا راجیہ یا بنیوں کی غلامی سے تعبیر کیا- کہیں بلی سے لنڈورے چوہے کی طرح بچنا چاہا- اس کے ساتھ ساتھ اتفاق کو ڈنڈوت اور آزادی کو بڑ نام ہی کہتے سنا- برخلاف اس کے ۳ر جنوری ۱۹۳۷ء کو ہاپوڑ میں مسلم لیگ کو مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت فرمایا- اس سے قبل ۸، دسمبر ۱۹۳۷ء کو مراد آباد کی جمعہ مسجد میں فرمایا کہ:-

"بھائی جناح" شیعہ ضرور ہیں لیکن متعصب شیعہ نہیں- اور آج مسلمانوں میں سیاست کو سمجھنے والا ان سے بہتر کوئی شخص نہیں ہے لہٰذا مسلمانوں کے قائد اعظم ہونے کے بجا طور پر مستحق ہیں"

بمبئی میں فرمایا کہ

"مسٹر جناح کی بے مثال شخصیت نے مجھ جیسے انتہا پسند کو بھی مسلم لیگ میں شامل کر لیا ہے"

سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے بحیثیت صدر احرار کانفرنس لکھنؤ میں اپنے خطبۂ صدارت میں فرمایا کہ مسلمانوں کے لئے کانگریس میں کوئی گنجائش نہیں-

دہلی مسجد فتحپوری میں ۲۰ راگست ۱۹۳۷ء کو اپنی تقریر کے دوران

میں کہا :-

مسلمانوں کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہیئے ان کو چاہیئے
کہ وہ کانگریس کا سہارا نہ بنیں - گاندھی اور جواہر لال
کو اپنا پشت پناہ نہ سمجھیں - ان سے مسلمانوں کو کوئی فائدہ
نہیں پہنچتا - یہ دونوں سنگ مرمر کی سلیں ہیں جو دیکھنے
میں خوبصورت معلوم ہوتی ہیں ،،

مولوی مظہر علی صاحب اظہر - ڈکٹیٹر احرار ہند نے ستمبر ۴۲ء کو بمقام
جالندھر ایک جلسہ میں کہا کہ :-

گاندھی جی کی سول نافرمانی آزادی وطن کے لیئے ہرگز نہیں - بلکہ
مسلمانوں کی حیاتِ قومی پر ایک قاتلانہ حملہ ہے - اب ہم گاندھی جی کے
کسی فریب سیاسی کا شکار نہ بنیں گے کیونکہ یہ پرلے درجے کی بددیانتی
پر مبنی ہے - گاندھی جی یا ان کی کانگریس جو کچھ کر رہی ہے وہ ہندو راجیہ
کے لیئے ہے - میں نے قائد اعظم سے دریافت کیا تھا کہ پاکستان میں کس قسم کا
نظام حکومت ہوگا ، جس کے جواب میں قائد اعظم نے واضح طور پر اعلان کر دیا
ہے کہ پاکستان کی حکومت خالص اسلامی اور قرآن کی حکومت ہوگی - اب ہمارے
واسطے کیا بلکہ کسی کلمہ گو کے لیئے پاکستان تحریک سے الگ رہنے کی کوئی وجہ جواز

باقی نہیں رہی۔ لہٰذا میں قائدِ اعظم کو یقین دلاتا ہوں کہ میں پاکستان حاصل کرنے کے لیے اب ہر وقت ہر قسم کی قربانی کرنے کو تیار ہوں۔

مولانا مولوی مفتی کفایت اللہ صاحب نے ۱۳ ستمبر ۲۳ء کو اپنی تقریر کے دوران میں فرمایا، کہ

تمام مسلمان مثل ایک جسم اور ایک بدن کے ہیں، اگر آنکھ میں درد ہو تو تمام جسم بے چین ہو جاتا ہے اور سر میں درد ہو تو تمام بدن بے قرار ہو جاتا ہے۔ اسلام اسی اتحاد اور یک جہتی کی تعلیم دیتا ہے ..... آج ہندو سنگٹھن کا مسئلہ کس زور شور سے اٹھایا جا رہا ہے۔ اس سے پس پردہ مسلمانوں کو مٹانے کے لیے عالمگیر تحریک اٹھائی گئی ہے ..... اگر ۲۱ کروڑ ہندو افراد کو اپنی قومی حفاظت کے لیے سنگٹھن کی ضرورت ہے تو سات کروڑ کو بہ نسبت ان کے یہ ضرورت سہ گنی ہونی چاہیئے۔ اس لئے مسلمانوں کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہیئے۔

جس وقت آل پارٹیز کانفرنس لکھنؤ میں ہوئی، اُس وقت ڈاکٹر انصاری نے اور مسٹر آصف علی بھی ہندوؤں کے ہمنوا تھے، اُس وقت مولانا صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا کہ

میں ان کی نیت پر حملہ کیئے بغیر ان کو اس لئے خاطی سمجھتا ہوں کہ وہ مسلمانوں کی اکثریت کے مطالبہ کو نظر انداز کر رہے ہیں۔

دہلی مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس سے ایک روز قبل مسجد فتحپوری میں علمائے

ہند نے اپنی مجلس شوریٰ منعقد فرمائی جس میں چوبیس علماء شریک تھے

اُس میں آپ نے فرمایا کہ :-

" علماء ہند کو مسلم لیگ کی آواز کے ساتھ اپنی آواز بلند کرنی چاہیئے "۔

مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دیوبندی جس وقت مئی سنہ ۱۹۳۰ء کو جمعیۃ العلماء ہند کا سالانہ اجلاس بمقام امروہہ ہوا۔ بخاری صاحب نے شرکت کانگریس کی تجویز پیش کی تھی تو اُسوقت جہاں مولوی عبد القدیر صاحب بدایونی نے اس شرکت کو حرام فرمایا تھا وہاں مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دیوبندی نے اپنی تقریر میں فرمایا تھا کہ :-

" میرے مرنے کا زمانہ بہت قریب ہے اور جب خدائے برتر کے روبرو مجھ سے سوال ہوگا کہ تو جمعیۃ العلماء کے اجلاس میں موجود تھا جس میں کروڑوں مسلمانوں کے حقوق بلکہ موت و حیات، بہت و نیست کا مسئلہ درپیش تھا، تو نے اپنا فرض ادا کیا اور ایسے نازک وقت میں تو نے دیانت اور ایمانداری کے ساتھ احکام شرع شریف کو ظاہر کیا تو میں کیا جواب دونگا۔ اس لئے میں علی الاعلان اور صفائی کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ بحالتِ موجودہ جبکہ آجکل کانگریس کا رویہ ہے یعنی غیر مسلم کی کثرت کی وجہ سے کانگریس میں ہماری آواز قطعاً بے اثر ہے۔ مذہب اور مذہبی احکام کو سیاست کے سامنے پوچھا نہیں جاتا۔ بلکہ اس کے تابع قرار دیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کا اس میں

شریک ہونا قطعاً حرام ہے۔"

مسٹر آصف علی بیرسٹر ممبر ورکنگ کمیٹی کانگریس۔ آپ بھی کانگریس کے لیڈروں میں ہیں۔ جسوقت یکم اپریل ۱۹۳۴ء کو دھلی میں مسلم لیگ کونسل کا اجلاس تھا، اس کے بعد ۲ اپریل کو نیشنلسٹ مسلمان بھی شریک ہوئے۔ ان میں بیرسٹر صاحب بھی پیش پیش تھے۔ آپ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ:-

مسٹر جناح ایک اصولی آدمی ہیں اور یہ ہی ایک ایسے شخص ہیں جن کی سب عزت کرتے ہیں کیونکہ یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستانی ہر شاہراہ ترقی پر گامزن ہوں۔"

جسوقت جمعیۃ علماء ہند کا سالانہ اجلاس دہلی میں جناب کی زیر صدارت ہوا تھا، اُسوقت جناب نے اس جلسہ کی شرکت کی دعوت قائداعظم کو بھی دے کر شرکت کے لیئے مجبور فرمایا تھا۔ اس جلسہ میں قائداعظم نے انگریزی میں تقریر فرمائی تھی اور بیرسٹر صاحب نے اس تقریر کا ترجمہ کیا تھا۔

یہ ہیں ہزاروں بلکہ لاکھوں حقائق میں سے چند واقعات جن کی رو سے جمعیۃ العلماء موسم کی طرح اپنے اندر تبدیلی کرتی رہی اور آج تک گرگٹ کی طرح رنگ بدلتی رہی اور کسی ایک صحیح نتیجہ پر نہ پہنچ سکی۔ اور نہ ہندو مسلم اتحاد کو کامیاب ہونے دیا، نہ حلال و حرام کی تمیز باقی رکھی۔ یہی نہیں بلکہ جناب کے فتوے اس سے بھی دو قدم آگے نظر آتے ہیں۔ مثلاً سر سید مرحوم کو کانگریس کی مخالفت پر کفر

قرار دیا اور مولانا محمد علی مرحوم کو کانگریس کی موافقت اور شرکت کی بنا پر خارج از اسلام فرمایا۔ اب آپ ہی فرمائیے کہ اس میں کون سا فتویٰ شرع شریف کے مطابق ہے

جناب کا دوسرا موضوع

"جمعیۃ العلماء پر اتہام"

آپ نے اس موضوع پر فرمایا ہے کہ :۔

یہ پروپیگنڈہ محض غلط ہے کہ ہم کانگریس کے تنخواہ دار ہیں، ہم میں سے ہر شخص اس کی تردید کر چکا ہے۔

عالیجاہ۔ صرف میرے نزدیک آپ صاحبان پر یہ الزام سراسر غلط اور واقعی بہتان ہو اور محض بے بنیاد۔ لیکن کیا کیا جائے مثل مشہور ہے مارتے کا ہاتھ پکڑا جا سکتا ہے۔ لیکن کہتے کی زبان نہیں۔ دوسرے کچھ واقعات اور حالات بھی اس قسم کے رونما ہوئے ہیں کہ ہر شخص جس کو خدا نے ذرا سی بھی عقل دی ہے اور واقعات کا علم ہو وہ یقین کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اگرچہ ان کو ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ اس لئے کہ دوست کو دوستی سے کام اُس کے فعلوں سے کیا مطلب لیکن تاہم تو یہی عرض کرونگا کہ یہ الزامات تراشے تو جناب ارباب حل و عقد کانگریسیوں نے اور یہ نام کیا بھارت ماتا کے سپوتوں نے اور لب کشائی کی جرأت دلائی تو وطن

پرسوں نے۔ اس لیئے کل کی بات ہے کہ خان عبد الغفار خان (جن کو ہندو نوازی اور مذہب کشی کے صلہ میں سرحدی گاندھی کا لقب دیکر پٹھان سے بنیا بنا دیا گیا) اور ڈاکٹر اشرف صاحب نے علماء کے خلاف نعرہ لگا رکھا تھا کہ علماء واجب القتل ہیں یا آزاد صاحب نے اپنے نوشتہ "تذکرے" میں جہاں ہزاروں اور لاکھوں جگہ علماء کے خلاف زہر افشانی فرمائی ہے وہاں صفحہ ۱۲ پر تحریر فرمایا ہے کہ:

دنیا میں جس قدر فتنہ و فساد ہوتے ہیں وہ سب علماء سوء کی بدولت ہوتے ہیں۔ زمانہ کی شکایت بے کار ہے۔

اس کو جانے دیجیے کہ آپ کانگریس کو نیشنل کانگریس فرمائیں اور ہندو اسے اپنی ہی جماعت بتائیں۔ گویا مدعی سُست اور گواہ چُست والا مضمون ہے، یعنی پنڈت موتی لال نہرو جو سنہ ۱۹ء و سنہ ۲۸ء میں کانگریس کے صدر رہ چکے ہیں ستمبر سنہ ۲۸ء میں کانپور میں جہاں اس سال کانگریس کا سالانہ جلسہ زیر صدارت مسز سروجنی نائیڈو ممبر آل انڈیا کانگریس ورکنگ کمیٹی ہوا تھا۔ کانگریس کے جلسے میں بالکل صاف اور واضح طور پر فرمادیں کہ:۔

"یہ ایجی ٹیشن بالکل غلط اور بے بنیاد ہے کہ میں ہندو نہیں ہوں میں ایسا ہی ہندو ہوں جیسے پنڈت مدن موہن مالویہ (غالباً کٹر اور متعصب) بلکہ میں ایک اور قدم آگے بڑھ کر کہتا ہوں کہ کانگریس خود ہندو جماعت ہے۔ البتہ اس میں صرف [illegible]

وسنہ ۱۹۲۱ء میں تھوڑے سے مسلمان شامل ہو گئے تھے - ورنہ یہ ابتدا ہی

سے ہندو جماعت ہے -

مسٹر سی رنگا آئر نے ۲۶ راکتوبر سنہ ۱۹۲۶ء کو نگینہ ضلع بجنور میں اپنی تقریر میں

فرمایا کہ :-

مالوی جی کا اعتقاد ہے کہ سوراجیہ ہندو راجیہ ہوگا مگر اس کے

باوجود وہ اسی واحد انسٹی ٹیوشن کانگریس کی مخالفت کر رہے ہیں

جو دیش میں حصول سوراجیہ کے لئے مصروف کار ہے - سوراجیہ

کے معنے اکثریت کا راجیہ ہے اور اس لئے ہندو سنگٹھن کی بھی

بڑی خدمت ہو سکتی ہے کہ انڈین نیشنل کانگریس کو جس میں ہندوؤں

کا غلبہ ہے مضبوط و استوار کیا جائے "

پنڈت مدن موہن مالویہ صدر کانگریس سنہ ۱۹۰۹ء وسنہ ۱۹۱۸ء وسنہ ۱۹۳۲ء

یعنی تین مرتبہ کے کانگریس کے صدر اور تین دفعہ مہاسبھا کے صدر نے

اپنی تقریر میں فرمایا کہ :-

ہمیں کانگریس میں ضرور شامل ہونا چاہیئے - لیکن رائے اپنی

جماعت کی بہتری کو ملحوظ رکھتے ہوئے دینی چاہیئے -

پنڈت جواہر لال نہرو جو سنہ ۱۹۲۹ء میں دوسری بار سنہ ۱۹۳۰ء اور تیسری بار

سنہ ۱۹۳۶ء میں کانگریس کے صدر مقرر ہوئے - آپ اپنی نوشتہ کتاب

موسوم بہ میری کہانی کے صفحہ ۴۳۵ پہ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

میں نے یہ سمجھنے کی بہت کوشش کی کہ ! یہ اسلامی تہذیب ہے کیا چیز، مگر اس میں کامیاب نہ ہوا - ایک خاص قسم پاجامہ نہ زیادہ لمبا نہ زیادہ چھوٹا - ایک خاص قسم سے مونچھوں کا منڈانا یا ترشوانہ مگر داڑھی کو بڑھنے کے لیئے چھوڑ دینا - ایک خاص قسم کا ٹونٹی دار لوٹہ "

دوسرے ۲۰ جنوری ۱۹۳۶ء کو لاہور میں دیوان حکم چند صاحب مجسٹریٹ درجۂ اول لاہور کے اجلاس میں فرمایا کہ :-

" مجھ سے وہ حلف اٹھوایئے جس میں خدا کا نام نہ ہو "

تیسرے اپنی کتاب میری کہانی کے صفحہ ۵۵۴ پر بالکل واضح کر دیا کہ

" دراصل جمہوری حکومت کے معنے یہ ہیں کہ اکثریت اقلیت کو ڈرا دھمکا کر اپنے قابو میں رکھتی ہے -

یہ وہ پنڈت جی مہاراج ہیں جن کے لئے آپ کے اخبار الجمعیۃ میں پنڈت جی کا نعرۂ حق کے عنوان سے ایک مستقل سرخی موجود تھی - یہ ہے پنڈت جی کا نعرۂ حق -

اسکے بعد جناب گرتا دھرتا، اہنسا کا داعی، چرخے کا علم بردار اکھنڈ ساگر کا امیر البحر مہا سبھا کا کنٹرولر، آسمانِ اہنسا کا سورج - آنجہانی

کے محل کا سنترہ نوش - گلوکوز کا عاشق موزمبی کا دلدادہ - سیاسی برت کا موجد ریل کی پٹری کا مخالف ٹیلیفون کا دشمن ، بھارت فلم کمپنی کا ڈائرکٹر ، ہندی ہندوستان کا فیلڈ مارشل واردھا اسکیم کا چانسلر - ودیا اسکیم کا پردھان کانگریس کا دیوتا ، دیوؤں کا باپو ، مولویوں کا مجاہد ، بکری کے دودھ کا شیر خوار شمع اقتدار کا پروانہ ، نام موہن داس کرم چند گاندھی ذات مہاجن ، پیشہ لیڈری ، ساکن سیگاؤں واردھا کے خیالات بھی ملاحظہ ہوں تاکہ شبہ کی گنجائش ہی باقی نہ رہے اور جناب کی چشمِ بصیرت بھی کھل جائے ۔

سب سے پہلے مسلم لیگ کی پوزیشن واضح کرنا چاہتا ہوں کہ گاندھی جی کی نظر میں مسلم لیگ کی اہمیت و وقعت کیا ہے جس کو جناب فرماتے ہیں کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت نہیں ہے لیکن گاندھی جی کو یہ تسلیم ہے کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور آپ کے خلاف انھوں نے اعتراف کیا ہے ۔

(۱) اگر ہندوستان میں رہنے والے ۸ کروڑ مسلمان (آپ کا ذکر نہیں) فی الواقع اس اسکیم کو نافذ کرنا چاہتے ہیں تو پھر اس قطعہ اراضی پر کوئی ایسی طاقت نہیں جو انھیں پاکستان سے روک سکے - خواہ کتنا ہی تشدد آمیز یا عدم تشدد کے ذریعہ اس کی مخالفت کی جائے ۔

مئی سنہ ۱۹۴۰ء

(۲) ستمبر سنہ ۴۲ء میں فرمایا کہ مسلم لیگ ایک عظیم الشان باڈی ہے جو مسلمانوں میں بیحد ہر دلعزیز ہے اور اس کے قائدِ اعظم ایک متدین انسان مسٹر محمد علی جناح ہیں۔

(۳) اکتوبر سنہ ۱۹۴۰ء میں فرمایا:۔ مسلم لیگ ایک با اختیار جماعت ہے اور کانگریس کو اسے تسلیم کر لینا چاہیئے۔ ایک وقت وہ تھا کہ مجھے مسلمانوں کا اعتماد حاصل تھا اور میری رواداری اور ہر دلعزیزی کی تعریف کی جاتی تھی اور اب ایک وقت ہی کہ مجھے ان کا دشمن سمجھا جاتا ہے۔ لیکن مسلمان میرے بھائی ہیں میں ان کو خاص بھائی سمجھوں گا۔

۴۔ واردھا سے ۷ر اکتوبر ۱۹۳۹ء کو اپنے اخبار ہریجن کے ذریعہ کانگریس کے تمام حامی اخبارات کو لکھا کہ وہ مسلم لیگ پر حملوں سے باز آئیں اور اس کی نسبت دوستانہ رویہ اختیار کریں۔

اب دوسرے خیالات بھی ملاحظہ ہوں جن کا واسطہ جناب اور عام مسلمانوں سے ہے کہ گاندھی جی کی اصل ذہنیت کیا ہے۔ ۲۶ر مارچ کو دہلی میں فرمایا:۔

سوراجیہ کے چاہے کتنے ہی معنے لوگوں کو بتاؤں پھر بھی میرے نزدیک سوراجیہ کے معنے رام راجیہ کے ہیں۔

آپ کے گاندھی جی کا دلی منشا کیا ہے جو جناب کی بدولت پورا کرنا چاہتے ہیں آپ نے اپنے اخبار ینگ انڈیا میں شائع فرمایا ہے کہ:۔

مسلمان یا تو عرب حملہ آوروں کی اولاد ہیں یا ہم ہی میں سے جدا کئے ہوئے افراد۔ اگر ہم اپنا وقار رکھنا چاہتے ہیں تو اس کے تین علاج ہیں۔

ایک تو یہ کہ انھیں اسلام سے ہٹا کر اپنے دھرم میں واپس لوٹایا جائے اور اگر یہ نہیں ہو سکے تو پھر ان کو ان کے آبائی وطن لوٹایا جائے (جیسا کہ آپ ۱۹۲۱ء میں ہجرت کا فتوے دے چکے ہیں) اور اگر یہ بھی دشوار ہے تو ان کو غلام بنا کر رکھا جائے (جیسا کہ تلک وصیت کر چکے ہیں)

چنانچہ اپنے دھرم میں لوٹانے کے لئے شدھی قایم کی جس میں مبلغ پانچسو روپے کانگریس فنڈ سے مالویہ جی کی سفارش پر دیا گیا۔

لالہ لاجپت رائے صدر کانگریس ۱۹۲۰ء نے نومبر ۱۹۲۶ء لائلپور میں بلا سوچے سمجھے فرما دیا کہ :-

"وہ دن بھولے نہیں ہیں جب کانگریس میں کرائے کے مسلمان لائے جاتے تھے محض یہ ثابت کرنے کے لئے کہ کانگرس میں مسلمان شریک ہیں اور صحیح معنوں میں یہ نیشنل باڈی ہے"

چنانچہ اب بھی یہی سوال ہے کہ کانگریسی یہی کہتے ہیں کہ کانگریس نیشنل باڈی ہے۔ اس لئے کہ اس کا صدر مسلمان ہے۔ کاش آپ نے بوس صاحب کا وہ خطبہ جو صدر صاحب کی شان مبارک میں ۷ ستمبر ۱۹۴۰ء

کو لکھا تھا، یا بنگال کانگریس پارلیمنٹری پارٹی کے ۲۲ ممبروں نے سکرٹری کانگریس کو ۳۱ دسمبر ۱۹۴۰ء عہدہ داران کے انتخاب کے سلسلہ میں لکھا تھا۔ کاش جناب والا یہ دونوں خطوط ملاحظہ فرما لیتے تو جناب کو صدر کانگریس کی پوزیشن معلوم ہو جاتی کہ کانگریس میں کیا قدر ہے۔ جس کی تصدیق صدر کانگریس کے اس خط سے ہوتی ہے جو ۵ جولائی ۳۷ء کو وارد ھا کیمپ سے رفیع احمد صاحب قدوائی کے نام الیکشن کے سلسلہ میں تحریر کیا تھا کہ:۔

"جب حسین احمد کو سات سو روپے دیئے جا چکے ہیں تو وہ کیوں نہیں پہنچے۔ آخر وہ اور کیا چاہتے ہیں"

یہ خط نصرت جو پنجاب کا انگریزی رسالہ ہے اول مرتبہ شائع ہوا۔ اس کے بعد اس خط کو دوبارہ ڈاکٹر اشرف صاحب نے توڑ مروڑ کر دوسرے پکے کانگریسی اخبار میں شائع کیا کہ:۔

"جہاں تک کام کرنے والوں کا تعلق ہے ایک اچھی تعداد باہر سے پہنچا دی گئی ہے۔ ابوالکلام آزاد نے حسین احمد اور بشیر احمد کو اطلاعات پہنچا دی ہیں۔ اُس نے احمد سعید کو بھی تار دیا ہے کہ ان لوگوں کو سفر خرچ ملنا چاہیئے ہم کچھ امداد کرنے کی کوشش کریں گے۔ مجھے یقین ہے کہ سات سو روپے پہلے

الیکشن میں دیئے جا چکے ہیں"

آپ نے اس خط کی کوئی تردید نہ فرمائی اور نہ کانگریس سے شکایت کی کہ آپ نے ہمیں بدنام کیوں کیا ہے۔ آپ کو صاحب وغیرہ تحریر کرنا تو گویا پنڈت جی کی کسرِ شان تھی غالباً جناب نے اس کی تردید اس لئے نہیں فرمائی ہو کہ آپ کے اخبار الجمعیۃ میں انہی پنڈت جی صاحب کے لئے "پنڈت جی کا نعرۂ حق" کے عنوان سے ایک مستقل سرخی محفوظ تھی اور اسکو بھی نعرۂ حق ہی تصور فرماتے ہوئے مناسب خیال نہیں فرمایا۔

جناب عبدالرشید صاحب سالار حافظ آباد کا ایک بیان جریدۂ اصلاح لاہور ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا تھا جس میں تحریر تھا کہ

یکم جولائی ۱۹۳۸ء تک انجمن اشاعت اسلام حافظ آباد کے سالانہ جلسہ میں جو خاکساروں کے زیر اہتمام تھا مولوی صاحبان جن کے اسم گرامی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں بغرض وعظ بلایا تھا۔ جس میں ان مولوی صاحبان نے غریب مسلمانوں کے خون اور پسینہ کی کمائی جس بے دردی سے لوٹی کہا نہیں جا سکتا۔ جن کی یہ ہے:۔

(۱) سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری۔ علاوہ کرایہ ریل مبلغ پچاس روپے (۲) مولوی احمد سعید صاحب علاوہ کرایہ مبلغ ۶۵

(۳) مولوی خیر محمد جالندھری مبلغ پچیس روپے (۲۵ للعہ) علاوہ کرایہ ریل (۴) مولوی عبدالمنان صاحب خطیب مسجد اسٹریلیا لاہور علاوہ کرایہ ریل مبلغ اٹھارہ روپے۔ عاجز عبدالرحیم صاحب امرت سری نے علاوہ کرایہ ریل صرف آٹھ روپے (۸ للعہ)

اس کے علاوہ خان غلام محمد خان صدر پراونشل کانگریس کمیٹی صوبۂ سرحد نے ہزارہ کے الیکشن لڑانے کے لیۓ مبلغ پینتیس ہزار روپے دیئے تھے۔ جب کہ اشاعتِ اسلام میں اِس قدر کثیر رقوم حاصل کی جائیں تو جناب کانگریس پھر کانگریس ہے۔

آزاد صاحب ہوائی جہاز میں سفر فرمائیں۔ کیا اس سے قبل وہ کبھی ہوائی جہاز میں سفر کر چکے ہیں جب کہ وہ خلافت اور مسلم لیگ میں دورہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ صاحبان اول ورنہ دوم درجہ سے کم میں سفر کرنا تکلیف کے علاوہ توہین خیال فرماتے ہیں۔

جمعیۃ العلماء کے سالانہ اجلاس میں محض زیب وزینت کی خاطر دیوبند سے دھلی آٹھ سو طلبا تشریف لائیں جس میں کم از کم دو ہزار روپے صرف ہوں اور طلبا بھی وہ جو قصبہ کے رحم وکرم پر ہوں۔

خود ہی خیال فرمائیے کہ آمدنی محدود، خرچہ زیادہ، مسجدیں ذریعہ معاش نہ رہیں، اس پر لاکھوں روپے کی حویلیاں۔ ہزاروں روپے کا روزانہ

صرف اگر دستِ غیب کے عمل سے آتا ہو تو دم مارنے کی گنجائش نہیں ورنہ شبہ اور پھر شبہ ہونا کیا معنے بلکہ یقین کرنا بھی بیجا نہیں۔

اب رہا سوال جمعیۃ العلماء کی کارکردگی۔ آپ نے فرمایا ہے کہ

"جمعیۃ العلماء کانگریس کے ساتھ شریک ہو کر جنگ آزادی میں حصہ لیتی رہی، لیکن اس نے ہندوؤں کے ان تمام افعال کی مذمت کی اور مخالفت کی جو انھوں نے اسلام، یا مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لئے۔ مثلاً شدھی کے زمانے میں حرکتیں کی ہیں۔"

جو کچھ فرمایا بجا اور درست۔ لیکن افسوس ڈیڑھ سالہ بچہ بھی شاہی حکومت میں جناب کے وطن خاص یعنی ٹانڈہ میں مسلمانوں پر ظلم ہوا جس کی تحقیقات کے بعد جناب نے اپنی رپورٹ بھی اس حکومت کے روبرو نہایت خضوع و خشوع سے پیش فرمائی تھی۔ لیکن گورنمنٹ سے زیادہ اہمیت نہ دی گئی اور ردی کی ٹوکری کے سپرد ہوئے۔

تبرہ ایجی ٹیشن میں جناب روح رواں رہے۔ لیکن جناب کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اب تو سبحان اللہ خوش اعتقادی کا یہ عالم ہے کہ ۱۱ دسمبر ۱۹۳۸ء کو ہندو دھرم سبھا نے آپ کے محسن اعظم ڈاکٹر خان اور ان کے بھائی خان عبدالغفار خان کے نام مبارکباد روانہ کی ہے کہ انھوں نے

بندے ماترم کو قومی گیت تسلیم کر لیا ہے اور عوام میں اس کا پرچار کرتے ہیں۔

بنارس اور کراچی کے مندروں کی افتتاح فرمائی ہے۔ بجائے مسجدوں کے مندروں میں قیام فرماتے ہیں۔ ہاتھ جوڑ کر ڈنڈوت کی جاتی ہے۔ گاندھی جی کے پوتے کو کھلانے پر فخریہ تصویر کھنچوائی جاتی ہے۔ گوبر چوکے پر پیتل کی تھالی میں شدھ بھوجن ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ علمائے کرام متھرا کے کرشن بنے دیوؤں میں آرتی کرا رہے ہیں اور بندے ماترم خود بھی گا رہے ہیں۔ اور بجائے احکام خداوندی کے اب جے کارے لگا رہے اور اس معبود حقیقی کے بجائے معبود سیاسی یا وار دھا باسی کو ہاتھ جوڑ کر ڈنڈوت فرما رہے ہیں یا ان کا بچہ کھلا رہے ہیں۔ عمامہ کو گاندھی ٹوپی میں تبدیل فرمایا۔ اب پاجامہ کا سودا چکایا جا رہا ہے تاکہ یہ بھی دھوتی میں تبدیل کر دیا جائے۔

ورنہ جناب نے ۱۹۲۱ء میں بھی کانگریس تھی اور جناب کے استاد حضرت شیخ الہند مرحوم و مغفور بھی حیات تھے۔ جن صاحبان نے مذہب و قرآن کو مقدم رکھا ہے۔ جناب کو یاد ہو گا جب کہ آپ اسارت مالٹا سے تشریف لائے تھے تو چند مسلمانوں نے جے کے نعرے لگائے تھے تو آپ نے فرمایا تھا کہ میں تو اللہ اکبر کا نعرہ چھوڑ کر گیا تھا، یہ اب جے میں جس طرح تبدیل ہو گیا جو منافی اسلام ہے۔ دوسرے موقعہ پر فرمایا تھا کہ

ہندوؤں کو گائے کی قربانی اتنی تکلیف دہ نہیں جس قدر مسلمانوں کو غیر خدا کی

عبادت اور مراسم شرک کا اعلان ہے۔

تیسری بار فرمایا کہ:- مسلمانوں کو چھوڑ کر ان سے (ہندوؤں سے) دوستی

کرنا دلیل نفاق کی ہے۔

مولانا آزاد صاحب بھی مسلمانوں کو آگاہ فرما چکے ہیں کہ جو قوم خدا سے

اپنا رشتہ کاٹ دیتی ہے اور اس کے فرمان و احکام سے روگردانی کرتی ہے

اس کے اعمال نور الٰہی سے خالی ہو جاتے ہیں۔ اس پر ضلالت و گمراہی کا ایک شیطان

مُسلط ہو جاتا ہے اور اسکو اپنا مرکب بنا کر اسکے گلے میں اپنی اطاعت کی زنجیر

ڈال دیتا ہے (۴۳-۳۶) اس کے بعد افسوس و ملال کا حق ہی

نہیں رہتا۔ کیونکہ یہ حکم خداوندی ہے جس پر مسلمانوں کا ایمان ہے۔ اب اگر

کوئی مسجد فتحپوری کا پشتہ ہضم کا نعرہ لگاتا۔ کوئی کر لے ...... کا آوازہ

کستا ہے اور کوئی جھانسی کے خط کا حوالہ دیتا ہے۔ کوئی زر خرید......

کا لقب دیتا ہے۔ کوئی شو بوائے کے خطاب سے یاد کرتا ہے۔ کوئی مداری

کا جمہورا وغیرہ وغیرہ کہتا ہے تو اس کی شکایت ہی کیا ہے۔ بقول مولانا

کے جب مسلط کر دیا گیا تو سب کچھ ہی ہو کر رہیگا۔ اس لیئے آپ بھی تو اس شعر

کے مصداق بنے ہوئے ہیں۔

احباب سے یہ شرط ہے ہم نے باندھی

بجلی گرے اولے پڑیں آئے آندھی
سر اپنا پٹے شوکتِ اسلام مٹے
پر ہم وہ کریں گے جو کہے گا گاندھی

مجھے امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ جناب عریضہ ہذا کا بغور مطالعہ فرما کر کسی صحیح نتیجہ پر پہنچتے ہوئے مسلمانوں کی نمائندگی فرمائیں گے اور ان کانگریسیوں کو کوئی واسطہ نہ رکھتے ہوئے اپنی عزت، شہرت اور وقعت کو دوبارہ قایم فرما کر اسلام و مسلمانوں کا وقار قایم رکھیں گے جو کچھ بذریعہ تحریر ہذا عرض کیا گیا اگر اس میں ذرہ برابر بھی شک ہو تو جناب والا بلا تکلف دریافت فرما سکتے ہیں۔ ورنہ حق کو باطل کرنا تو ادنیٰ کرشمہ ہے۔ فقط

والسّلام

ناچیز
اسرار الحق صدیقی۔ ممبر کونسل آل انڈیا مسلم لیگ
رڈول ضلع میرٹھ

قیمت ۱/ ۔ ۳